Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 05, **Issue** 02, April - June 2026, **PP**: 275-285
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

جدید کرنسی نظام اور ڈالر کی برتری: ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے نظریات کا جائزہ

Modern Currency System and the Dominance of the U.S. Dollar: An Analysis of the Views of Dr. Jawaid Akbar Ansari

1. Farhat farhatyaseen65@gmail.com	*Ph. D Scholar, Department of Arabic and Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.*
2. Dr. Yasir Arfat yasirawan@gcuf.edu.pk	*Associate Professor Department of Arabic and Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.*

How to Cite:	Farhat and Dr. Yasir Arfat. 2026: "Modern Currency System and the Dominance of the U.S. Dollar: An Analysis of the Views of Dr. Jawaid Akbar Ansari". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 5 (02): 275-285.		
Article History:	**Received**: 14-05-2026	**Accepted**: 16-06-2026	**Published**: 30-06-2026

Copyright:	**©The Authors**	
Licensing:	CC BY	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اردو جرائد اشاریہ, تحقیقات, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

جدید کرنسی نظام اور ڈالر کی برتری: ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے نظریات کا جائزہ

Modern Currency System and the Dominance of the U.S. Dollar: An Analysis of the Views of Dr. Jawaid Akbar Ansari

1. **Farhat**
Ph. D Scholar,
Department of Arabic and Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.
farhatyaseen65@gmail.com

2. **Dr. Yasir Arfat**
Associate Professor,
Department of Arabic and Islamic Studies, Government College University, Faisalabad.
yasirawan@gcuf.edu.pk

Abstract

Human society initially conducted its economic activities through the direct exchange of goods and services, commonly known as the barter system. Over time, the monetary system has undergone significant transformations, evolving into modern forms such as fiat, digital, and cryptocurrency-based currencies. In the contemporary global economy, the US dollar has emerged as the dominant international currency and a significant source of economic and political power. Its dominance affects not only national economies but also the global balance of power and the economic sovereignty of states. Thus, currency is no longer merely a medium of exchange; it has also become an instrument of global influence and geopolitical power. The dominance of the US dollar may consequently undermine the economic sovereignty of other countries. The depreciation of national currencies against the dollar can reduce purchasing power, increase the cost of living, and adversely affect investment and economic stability. According to Dr. Javed Akbar Ansari, the modern monetary system and the dominance of the US dollar have contributed to an inequitable global economic order. This system, he argues, further weakens developing economies and increases their dependence on dominant global powers. Dr. Javed Akbar Ansari has critically examined these structural problems associated with the modern monetary system and the international dominance of the dollar. This study therefore aims to examine and critically analyze his views on the modern currency system and the dominance of the US dollar, with particular attention to their economic, political, and sovereignty-related implications.

Keywords: *Economy, Monetary System, Currency, US Dollar, Dominance.*

کرنسی کی مختصر تاریخ

ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ تجارت کی ابتدا اشیا کے تبادلے سے ہوئی۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ قیمتی دھاتوں نے جگہ لی۔ پھر وقت آیا کہ سونا چاندی اور دیگر دھاتیں بطور تبادلہ استعمال ہونا شروع ہوئیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ عالمی تجارت کو فروغ ملا تو سونے چاندی کی جگہ ضمانتی کاغذات نے لے لی۔ پھر حکومتوں کی سرپرستی میں باقاعدہ سکوں اور کاغذی کرنسی کا آغاز ہوا۔ اگر موجودہ دور کو دیکھا جائے تو اس میں کرنسی فقط تبادلہ اشیا کا ذریعہ نہیں رہی بلکہ اب یہ پالیسی، طاقت اور عالمی اثر ورسوخ کا ذریعہ بن چکی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کاغذی کرنسی کے ارتقا کے تاریخی مطالعہ کے ساتھ اس کے اثرات اور عالمی معیشت کے نظام پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا جائے۔

بارٹر سسٹم

انسانی معاشرت کے پھیلاؤ کے ساتھ انسان کی ضرورتیں بڑھنے لگیں۔ جس سے ایک معاشی نظام پیدا ہوا وقت گزرنے کے ساتھ ان معاشی سرگرمیوں کو منظم رکھنے کے لئے مختلف ذرائع کا استعمال شروع ہوا۔ گریگوری مینکوے لکھتے ہیں:

"In simple, early economies, people engaged in barter, the direct exchange of one good for another."[1]

سادہ اور ابتدائی معیشتوں میں لوگ بارٹر یعنی ایک شے کے بدلے دوسری شے کا براہِ راست تبادلہ کرتے تھے۔

تاہم اس نظام میں کئی عملی مشکلات تھیں۔ سب سے بڑی مشکل دوہری مطابقت کی شرط تھی، یعنی دونوں فریقین کے لیے ایک دوسرے کی ضرورت پوری کرنا ضروری تھا۔ بڑی اور پیچیدہ معیشتوں میں یہ شرط پوری کرنا مشکل تھا۔ اس وجہ سے اس نظام میں تبدیلی ناگزیر تھی اور یہ واضح ہو چکا تھا کہ معیشت میں اشیا کے تبادلے کے لئے کسی ذریعہ کا ہونا ضروری ہے۔

“Barter requires a double co’incidence of wants, which is rare in large economies.”[2]

بارٹر نظام کے لیے ضروری ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی ضرورت پوری کریں، جو بڑی معیشتوں میں نایاب ہوتا ہے۔

بارٹر نظام میں قدر کے تعین، ذخیرہ کرنے اور تقسیم کے مسائل بھی موجود تھے۔ انہی عملی دشواریوں نے انسان کو ایسے ذریعے کی تلاش پر مجبور کیا جو عمومی طور پر قبول کیا جائے اور جس کے ذریعے لین دین آسان ہو سکے۔

“Money is the set of assets in an economy that people regularly use to buy goods and services from other people.”[3]

کرنسی ان اثاثوں کا مجموعہ ہے جنہیں لوگ معیشت میں باقاعدگی سے اشیا اور خدمات خریدنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

اس نظام کی مشکلات کی وجہ سے رفتہ رفتہ دیگر اشیا نے جگہ لے لی۔ جن کو ہم کرنسی کی ابتدائی شکل کہہ سکتے ہیں۔

اشیائی کرنسی (Commodity Money)

بارٹر نظام کی کمزوریوں کے بعد مختلف معاشروں نے ایسی اشیا کو بطور کرنسی استعمال کرنا شروع کیا جن کی اندرونی قدر ہو اور جو عمومی قبولیت رکھتی ہوں۔ زمانہ قدیم میں چونکہ کچھ چیزیں ایسی تھیں کہ جو ہر شخص کی ضرورت تھیں۔ جیسے نمک، چمڑا، مویشی، اناج وغیرہ۔ اس لئے ان کو ہی کرنسی کی شکل میں تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے ساتھ چونکہ ان اشیا کی پیداوار بھی زیادہ تھی اس لئے لوگوں کا رجحان بھی اس طرف زیادہ رہا۔ اس کے ساتھ دیگر چیزیں حتی کہ سیپیاں بھی مختلف تہذیبوں میں بطور کرنسی استعمال ہوئیں۔ بعد میں سونا اور چاندی زیادہ مستحکم ذریعہ ثابت ہوئے۔

“Commodity money is money that has intrinsic value, such as gold or silver.”[4]

اشیائی کرنسی وہ ہوتی ہے جس کی اندرونی قدر ہو، جیسے سونا یا چاندی۔

یعنی ایسی چیزیں کہ جن کو لوگوں میں قبولیت عامہ ملے۔ اس کو کرنسی کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان اشیا کی قیمتوں میں اضافہ دیکھنے کو ملا۔ تو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ایسی ریاستیں جو مستحکم ہو چکی تھیں، انہوں نے نئی کرنسی کا اجراء کیا جو سکوں کی شکل میں تھا۔

دھاتی سکوں کا دور

وقت کے ساتھ ریاستوں نے باقاعدہ سکے جاری کیے جن کی قدر ان میں موجود دھات سے وابستہ ہوتی تھی۔ یہ نظام تجارت میں اعتماد اور استحکام کا باعث بنا۔ لیکن یہ سکے کسی عام دھات کے نہیں ہوتے تھے بلکہ سونے اور چاندی اور ایسے ہی پیتل کے سکے ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ چونکہ سونا اور چاندی اپنی خالص حالت میں رکھنا اور اس کے سکے بنانا بھی اور پھر اس کو عوام کی ضرورت کے لئے مکمل کرنا بھی ایک مشکل اور مہنگا کام تھا۔ اس کے ساتھ ہر ریاست میں سونے چاندی کی کثرت نہیں تھی، اس لئے اکثر ممالک میں سونے چاندی کے سکوں میں باقاعدہ حکومت کی جانب سے ملاوٹ کی جاتی تھی۔ ان سکوں کی قدر کا اندازہ اس میں موجود سونے اور چاندی کی مقدار سے کیا جاتا تھا۔

> "Coins were a natural development in the history of money because they combined portability, durability, and divisibility."[5]

> سکے کرنسی کی تاریخ میں ایک فطری ترقی تھے کیونکہ ان میں قابلِ حمل ہونا، پائیداری اور قابلِ تقسیم ہونے جیسی خصوصیات موجود تھیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ جب عالمی سطح پر تجارت کا آغاز ہوا تو بڑی تعداد میں سکوں کو ساتھ لے کر جانے میں خطرات زیادہ تھے اس لئے لوگوں کو سونے اور چاندی کے بدلے ضمانتی کاغذ جاری کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ جہاں سے بینکنگ کا آغاز ہوا۔

کاغذی کرنسی اور گولڈ اسٹینڈرڈ

کاغذی کرنسی کا آغاز بینکوں کی رسیدوں سے ہوا، جو بعد میں مکمل قانونی نوٹ بن گئیں۔ دراصل یہاں بھی ان رسیدوں کی حیثیت صرف ضمانتی کاغذات کی ہوا کرتی تھی۔ اور بینک باقاعدہ رسید رکھنے والے شخص کو اس قدر سونا یا چاندی دینے کا پابند ہوتا تھا۔ یہاں پھر یہی مسئلہ پیش آیا کہ کاغذات زیادہ تھے لیکن سونے کی مقدار کم تھی۔ نتیجتاً لوگوں میں ان کاغذات کے بارے میں بے اعتباری کی فضاء پیدا ہوئی۔ اس دوران مرکزی بینکوں کا قیام عمل میں آیا۔ جس کی وجہ سے سونے اور چاندی کو بنیادی قدر قرار دینے کے بعد ریاستی سطح پر ان ضمانتی نوٹوں کا اجراء ہوا۔ انیسویں صدی میں گولڈ اسٹینڈرڈ نے کرنسی کو سونے سے منسلک کر دیا۔

> "The gold standard provided a fixed exchange rate system that facilitated international trade."[6]

> گولڈ اسٹینڈرڈ نے ایک مقررہ شرح مبادلہ کا نظام فراہم کیا جس نے بین الاقوامی تجارت کو سہولت دی۔

فیاٹ کرنسی کا جدید نظام

بیسویں صدی میں عالمی جنگوں اور معاشی بحرانوں کے بعد سونے سے وابستگی ختم ہوگئی اور فیاٹ (Fiat) کرنسی کا نظام رائج ہوا، جس میں کرنسی کی قدر ریاستی اعتماد پر قائم ہے۔ چونکہ عالمی ادائیگیاں ڈالر کی شکل میں ہوتی ہیں، جو اس بات سے مشروط ہوتی ہیں کہ کون سے ملک پر کتنی پابندیاں ہیں۔ یہیں سے اس ملک کی معیشت اور اس کی کرنسی پر لوگوں کے اعتماد کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر ممالک کی کرنسی کی خرید و فروخت میں ملک میں ڈالر کے ذخائر سے کیا جاتا ہے۔

> "Fiat money is money without intrinsic value that is used as money because of government decree."[7]

> فیاٹ کرنسی وہ کرنسی ہے جس کی کوئی اندرونی قدر نہیں ہوتی، بلکہ وہ حکومتی اعلان کی بنیاد پر بطور کرنسی استعمال ہوتی ہے۔

ڈیجیٹل کرنسی

اکیسویں صدی میں ٹیکنالوجی کی ترقی نے مالیاتی نظام کو بنیادی طور پر تبدیل کر دیا۔ اب کرنسی صرف کاغذی نوٹ یا دھاتی سکوں تک محدود نہیں رہی بلکہ الیکٹرانک ادائیگیوں، آن لائن بینکنگ، موبائل والٹس اور ڈیجیٹل ٹرانسفر کے ذریعے بڑی مقدار میں لین دین انجام پاتا ہے۔ اس مرحلے پر کرنسی کی مادی شکل کم ہوتی گئی اور اس کی جگہ ڈیجیٹل اندراجات (electronic entries) نے لے لی۔

> "The use of electronic means of payment has grown rapidly, reducing the reliance on physical currency."[8]

الیکٹرانک ادائیگی کے ذرائع کے استعمال میں تیزی سے اضافہ ہوا، جس سے جسمانی کرنسی پر انحصار کم ہو گیا ہے۔

اسی تناظر میں کرپٹو کرنسی (Cryptocurrency) کا تصور سامنے آیا، جو روایتی مرکزی بینک کے نظام سے ہٹ کر بلاک چین (Blockchain) ٹیکنالوجی پر مبنی ہے۔ بٹ کوائن (Bitcoin) کو پہلی غیر مرکزی ڈیجیٹل کرنسی سمجھا جاتا ہے۔ مزید بر آں، حالیہ برسوں میں مرکزی بینکوں نے بھی اپنی ڈیجیٹل کرنسیاں متعارف کرانے پر غور شروع کیا ہے، جنہیں سنٹرل بینک ڈیجیٹل کرنسی (CBDC) کہا جاتا ہے۔ یہ ریاستی نگرانی میں جاری ہونے والی ڈیجیٹل شکل کی قانونی کرنسی ہے۔

ڈیجیٹل اور کرپٹو کرنسی کا ظہور کرنسی کی تاریخ کا تازہ ترین مرحلہ ہے، جو بارٹر سسٹم سے شروع ہونے والے ارتقائی سفر کا تسلسل ہے۔ جہاں بارٹر میں براہِ راست اشیا کا تبادلہ تھا، وہاں آج بلاک چین کے ذریعے عالمی سطح پر سیکنڈوں میں لین دین ممکن ہے۔ تاہم، اس جدید نظام کے ساتھ مالیاتی نگرانی، قانونی حیثیت، سیکیورٹی اور معاشی استحکام جیسے نئے سوالات بھی وابستہ ہیں۔[9]

ڈالر کی معیشت

جدید عالمی مالیاتی نظام میں امریکی ڈالر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد قائم ہونے والے ادارہ جاتی ڈھانچے، بریٹن ووڈز معاہدے اور بعد ازاں پیٹرو ڈالر نظام نے ڈالر کو عالمی ریزرو (Reserve) کرنسی کے طور پر مستحکم کر دیا۔ آج بین الاقوامی تجارت، تیل کی قیمتوں، عالمی قرضوں اور زرمبادلہ کے ذخائر میں ڈالر کا نمایاں حصہ ہے۔ اسی صورت حال کو عمومی طور پر "ڈالر کی معیشت" کہا جاتا ہے۔

1944ء میں بریٹن ووڈز کانفرنس کے نتیجے میں ایک نیا عالمی مالیاتی نظام قائم ہوا جس کے تحت امریکی ڈالر کو سونے سے منسلک کیا گیا اور دیگر کرنسی اں ڈالر سے وابستہ ہو گئیں۔ اس انتظام نے ڈالر کو عالمی مالیاتی نظام کا مرکز بنا دیا۔ لیکن یہ وابستگی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہی۔ امریکہ نے 1971ء میں واضح طور پر ڈالر کی براہ راست سونے سے وابستگی کو ختم کیا تاہم اس کے باوجود آج تک عالمی سطح پر ڈالر کی حیثیت برقرار ہے۔[10] اس کی وجہ نہایت دلچسپ ہے۔ امریکہ نے تیل کے بڑے پیداواری ممالک جیسے سعودی عرب سے معاہدہ کیا کہ وہ دنیا بھر میں تیل کی فروخت اگر صرف ڈالر کے بدلے میں کریں تو اس کے بدلے میں امریکہ ان ممالک کی حفاظت کا ذمہ لے گا۔ یہ معاہدہ ہوا تو ڈالر کی سطح خود بخود مستحکم ہوئی۔ اس کی وجہ نہایت واضح ہے کہ تیل یا ایندھن ہر ملک کی معیشت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے ان کی مجبوری ہے کہ وہ اپنی کرنسی کے بدلے میں مارکیٹ سے ڈالر خریدے، یا دیگر ذرائع جیسے بر آمدات بڑھا کر ڈالر کے ذخائر میں اضافہ کرے۔ اور پھر اس کمائے ہوئے ڈالر کے ساتھ تیل خریدے۔

> "The petrodollar system, established in the 1970s, ensured that oil was priced globally in dollars. This forced every nation to maintain dollar

reserves, effectively subsidizing the American economy through global oil trade."[11]

1970 کی دہائی میں قائم ہونے والے پیٹرو ڈالر نظام نے اس بات کو یقینی بنایا کہ عالمی سطح پر تیل کی قیمت ڈالر میں رکھی جائے۔ اس نے ہر ملک کو ڈالر کے ذخائر رکھنے پر مجبور کیا، جس سے عالمی تیل کی تجارت کے ذریعے امریکی معیشت کو مؤثر طریقے سے سبسڈی ملی۔

امریکہ چونکہ خود ایک اسراف پسند اور آسائش و عیاشی کو فروغ دینے والے ممالک میں سر فہرست ہے اس لئے یہ دیگر ممالک کے لئے ایک بڑی منڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ تو امریکہ کے ساتھ تجارت کرنے کے لئے امریکہ کی شرائط ماننا ان کی ضرورت بن جاتی ہے۔ قصہ مختصر کے پیٹرو ڈالر آنے کے بعد ہی امریکہ کی معیشت کے ساتھ ساتھ اس کی کرنسی کا اعتماد اب تک بحال ہے۔

ڈالر بطور عالمی ریزرو کرنسی

عالمی سطح پر مرکزی بینک زرمبادلہ ذخائر میں ڈالر بڑی مقدار میں رکھتے ہیں۔ اس سے امریکہ کو غیر معمولی مالیاتی فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی کرنسی میں قرض لے سکتا ہے۔ مشہور محقق وماہر معاشیات بیری ایچن گرین کے مطابق ڈالر کا بطور بنیادی عالمی ریزرو کرنسی کا کردار امریکہ کو ایک غیر معمولی مراعات فراہم کرتا ہے، جس سے وہ بڑے خسارے برداشت کرنے اور کسی بھی دوسرے ملک کے مقابلے میں کم قیمت پر اپنے قرضوں کی مالی اعانت کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ دیگر ترقی پذیر یا ترقی یافتہ ممالک جب ان عالمی اداروں سے قرض لیتے ہیں تو وہ بھی ڈالر ہی کی شکل میں ہوتا ہے۔ اس لئے آج کے دور میں سونے کے بجائے ڈالر ہی کو اپنی کرنسی کے لئے ذخیرہ کیا جاتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہی اس کے اپنے ملکی کرنسی کی قدر کا تعین ہوتا ہے۔

ڈالر بطور استعماری ہتھیار

جدید عالمی نظام میں استعمار (Imperialism) کی شکلیں تبدیل ہو چکی ہیں۔ براہِ راست فوجی قبضے کی بجائے اب معاشی، مالیاتی اور ادارہ جاتی ذرائع سے اثر و رسوخ قائم کیا جاتا ہے۔ کئی ماہرین کے مطابق امریکی ڈالر کی عالمی بالادستی امریکہ کو ایسا مالیاتی اختیار فراہم کرتی ہے جو روایتی استعمار سے کم مؤثر نہیں۔ ڈالر کی ریزرو (Reserve) حیثیت، عالمی قرضوں کا ڈھانچہ، مالیاتی پابندیاں (sanctions) اور عالمی ادائیگی کے نظام پر کنٹرول ایسے عوامل ہیں جن کی بنا پر اسے "مالیاتی استعمار" یا "ڈالر ہژرمونی (Hegemony)" کہا جاتا ہے۔

"The current global reserve system based on the dollar is unstable and unfair. It forces developing countries to lend money to the US at low interest rates, creating a net flow of wealth from the poor to the rich."[12]

ڈالر پر مبنی موجودہ عالمی ریزرو نظام غیر مستحکم اور غیر منصفانہ ہے۔ یہ ترقی پذیر ممالک کو کم شرح سود پر امریکہ کو رقم قرض دینے پر مجبور کرتا ہے، جس سے دولت کا خالص بہاؤ غریبوں سے امیروں کی طرف ہوتا ہے۔

یہ مالیاتی استحقاق عالمی طاقت کے توازن کو متاثر کرتا ہے، کیونکہ دیگر ممالک کو زرمبادلہ کے ذخائر ڈالر میں رکھنے پڑتے ہیں، جس سے امریکی مالیاتی نظام پر انحصار بڑھتا ہے۔ ڈالر بطور عالمی ریزرو کرنسی امریکہ کو مالیاتی، سیاسی اور اسٹریٹیجک برتری فراہم کرتا ہے۔ مالیاتی پابندیوں، قرضوں کی شرائط اور عالمی ادائیگی کے نظام پر کنٹرول کے ذریعے ڈالر ایک مؤثر جغرافیائی سیاسی آلہ بن چکا ہے۔ اسی بنا پر بعض مفکرین اسے جدید استعمار کی ایک شکل قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کی تنقید

ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری اپنی کتاب میں ڈالر اور جدید کرنسی کو خالصتاً ایک "سامراجی شکنجہ" قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق

یہ ڈالر کی معیشت دراصل دجالی نظام کو لانے کے لئے بطور ہتھیار استعمال ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ سے کسی بھی معیشت کو لمحوں میں زمین بوس کرنا ممکن ہے۔ اس کے ساتھ اس کی مدد سے کسی بھی ریاست کو کمزور کرنا، معیشت کو نقصان پہنچانا، عالمی استعمار کے لئے راہ ہموار کرنا ممکن ہی نہیں بلکہ ایسا ہو رہا ہے۔ ذیل میں اس کی دیگر وجوہات کو بیان کیا جا رہا ہے۔

کاغذی کرنسی، بطور خیالی دولت

کاغذی کرنسی جدید سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہے، لیکن اس کی حقیقت اور قدر کے بارے میں علمی دنیا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ چونکہ فیاٹ کرنسی کی اپنی کوئی اندرونی (intrinsic) قدر نہیں ہوتی بلکہ وہ ریاستی اعتماد اور قانونی جواز (legal tender status) پر قائم ہوتی ہے، اس لیے بعض مفکرین اسے "خیالی دولت" یا "اعتباری سرمایہ" (fictitious capital) قرار دیتے ہیں۔ یہ اصطلاح خاص طور پر مارکسی معاشی فکر میں استعمال ہوتی ہے، جہاں مالیاتی اثاثوں اور حقیقی پیداوار میں فرق کیا جاتا ہے۔ لیکن یہی سوچ ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے ہاں بھی پائی جاتی ہے۔ ان کے مطابق:

> "Paper money is a tool of capitalist deception. It creates wealth out of nothing (fiat), allowing the financial elite to siphon off the real labor and resources of the Ummah in exchange for worthless pieces of printed paper."[13]
>
> کاغذی کرنسی سرمایہ دارانہ دھوکے کا ایک ہتھیار ہے۔ یہ عدم (خیال) سے دولت پیدا کرتی ہے، جس سے مالیاتی اشرافیہ کو یہ موقع ملتا ہے کہ وہ چھپے ہوئے کاغذ کے بیکار ٹکڑوں کے بدلے امت کی حقیقی محنت اور وسائل کو ہتھیا لیں۔

یہ حقیقت ہے کہ کاغذی کرنسی کی اپنی کوئی قدر نہیں ہوتی بلکہ وہ حکومت کے اعلان کی وجہ سے ہی بطور کرنسی کے استعمال ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو خیالی دولت کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں کرنسی کی قدر مادی حقیقت کے بجائے اجتماعی اعتقاد کے تابع ہوتی ہے۔

ڈالر کی آمریت اور خود مختاری کا خاتمہ

ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے مطابق کسی بھی ملک کی کرنسی کے تعلق کو یا قدر کو ڈالر کے تابع کرنے سے اس ملک کی خود مختاری کا خاتمہ یقینی ہے۔ وہ اس حوالے سے پاکستان کی مثال دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مطابق ریاست پاکستان کے آئین میں طے ہے کہ کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جا سکتا ہے جو کہ قرآن و سنت سے متصادم ہو۔ لیکن جب کرنسی کو ڈالر کے تابع کیا گیا تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ معاشی فیصلوں کے لئے اب عوام کے نفع و نقصان دیکھنے کے بجائے عالمی مالیاتی اداروں کی تجاویز کو لینا ہو گا۔ اس کے ساتھ واضح طور پر ایسے قوانین بنانے ہوں گے جو اسلام مخالف ہونگے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> "The dollarization of the Pakistani economy is the ultimate surrender of sovereignty. When our state is forced to peg its survival to the dollar, it effectively accepts the sovereignty of the US Treasury over the commands of Allah."[14]
>
> پاکستانی معیشت کا 'ڈالرائزیشن' (ڈالر کے تابع ہونا) خود مختاری کا مکمل سرنڈر ہے۔ جب ہماری ریاست اپنی بقا کو ڈالر سے جوڑنے پر مجبور ہو جاتی ہے، تو وہ عملاً اللہ کے احکامات پر امریکی وزارتِ خزانہ کی حاکیت کو قبول کر لیتی ہے۔

پاکستانی معیشت میں ڈالرائزیشن کا عمل محض مالیاتی مسئلہ نہیں بلکہ سیاسی اور خود مختاری سے متعلق ایک اہم مسئلہ ہے۔ جب

کسی ملک کی معیشت کو بقا کے لیے امریکی ڈالر کے ساتھ منسلک کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو وہ ملک عملی طور پر اپنی مالی اور سیاسی خود مختاری میں کمی کو قبول کرتا ہے۔ اس صورت میں بیرونی طاقتیں، خصوصاً امریکی خزانہ، ملکی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتی ہیں، اور قومی فیصلے ریاستی مفاد کی بجائے عالمی مالیاتی طاقتوں کے اثر میں آجاتے ہیں۔

قرض کی ادائیگی اور سودی چکر

جدید ڈالرائزڈ معیشت میں قرض اور سود کا نظام ایک ایسا دائرہ قائم کرتا ہے جس سے ممالک خصوصاً ترقی پذیر اور مسلم ممالک چھوٹے رہ جاتے ہیں۔ جب کسی ملک کو امریکی ڈالر میں قرض لینے پر مجبور کیا جاتا ہے، تو وہ اپنے قومی وسائل کا بڑا حصہ سود کی ادائیگیوں میں صرف کرتا ہے۔ اس عمل کے نتیجے میں نہ صرف ملکی خود مختاری محدود ہوتی ہے بلکہ معیشت مستقل طور پر بیرونی دباؤ اور مالیاتی پابندیوں کے تابع رہتی ہے۔ ڈاکٹر انصاری لکھتے ہیں:

> "The dollar economy survives on debt. By forcing Muslim nations to borrow in dollars, imperialism ensures that they remain in a state of permanent subjugation, as their national income is perpetually diverted to pay back interest-bearing dollar loans."[15]
>
> ڈالر کی معیشت قرض پر زندہ ہے۔ مسلم ممالک کو ڈالر میں قرض لینے پر مجبور کر کے، سامراج یہ یقینی بناتا ہے کہ وہ مستقل محکومی کی حالت میں رہیں، کیونکہ ان کی قومی آمدنی دائمی طور پر سودی ڈالر قرضوں کی واپسی کی نذر ہو جاتی ہے۔

ڈالر میں قرض لینے کی شرط ترقی پذیر ممالک کو مالیاتی طور پر ایک دائمی چکر میں جکڑ دیتی ہے، جہاں ہر آمدنی کا بڑا حصہ سود کی ادائیگی میں جاتا ہے۔ قومی آمدنی کا بیرونی قرض اور سود کی ادائیگی میں استعمال ہونا داخلی معاشی فیصلوں پر اثر انداز ہوتا ہے اور ملکی ترقی محدود رہتی ہے۔

غیر مستحکم کرنسی کے عوام پر معاشی اثرات

ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں کمی نہ صرف معاشی مسئلہ ہے بلکہ اسے سیاسی اور سماجی طاقت کے استعمال کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔ ناقدین کے مطابق یہ عمل عوام کی خریداری کی طاقت کم کرتا ہے، زندگی کی لاگت بڑھاتا ہے اور عام لوگوں کی بچتیں اور سرمایہ تباہ کرتا ہے۔ اس کے نتیجے میں شہری سرمایہ دارانہ مارکیٹ کے دباؤ میں مزید گرفتار ہو جاتے ہیں اور معاشی خود مختاری محدود ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر انصاری لکھتے ہیں:

> "The devaluation of the Rupee against the Dollar is a weapon used to impoverish the masses. It increases the cost of living and destroys the savings of the righteous, forcing them further into the clutches of the capitalist market."[16]
>
> ڈالر کے مقابلے میں روپے کی قدر میں کمی وہ ہتھیار ہے جو عوام کو غریب بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ زندگی کی لاگت بڑھاتا ہے اور صالحین کی بچتوں کو تباہ کر دیتا ہے، جس سے وہ مزید سرمایہ دارانہ منڈی کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔

روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے درآمدات کے اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ بنیادی ضروری اشیا زندگی کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے جس کا نتیجہ غربت میں اضافہ کی شکل میں نکلتا ہے۔

کاغذی کرنسی اور بیت المال کا انہدام

اسلامی معاشی نظام میں بیت المال ایک ایسا ادارہ تھا جو دولت کو منظم انداز میں ذخیرہ اور تقسیم کرتا، اور امت کی معاشی خود مختاری کی ضمانت دیتا تھا۔ تاہم جدید سرمایہ دارانہ نظام اور کاغذی کرنسی (Fiat Money) کی آمد نے اس ادارے کی جگہ لے لی اور مسلم معاشروں کو عالمی مالیاتی مارکیٹوں پر انحصار کرنے پر مجبور کر دیا۔ یہ تبدیلی نہ صرف مالیاتی بلکہ سیاسی خود مختاری پر بھی اثر انداز ہوئی۔ ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے مطابق کاغذی اور ڈالر کی معیشت نے اسلامی معاشی اداروں (جیسے بیت المال) کی جگہ لے کر مسلمانوں کو غیر مستحکم کر دیا ہے۔

> "The transition from gold-backed currency to fiat money was a strategic blow to the economic autonomy of the Ummah. By replacing intrinsic value with paper-thin promises, the capitalist order destroyed the possibility of an independent Bait-ul-Mal, making Muslim states dependent on the New York and London markets."[17]

سونے پر مبنی کرنسی سے کاغذی کرنسی (فیٹ منی) کی طرف منتقلی امت کی معاشی خود مختاری پر ایک تزویراتی ضرب تھی۔ حقیقی قدر کو کاغذی وعدوں سے بدل کر، سرمایہ دارانہ نظام نے ایک آزاد بیت المال کے امکان کو ختم کر دیا، جس سے مسلم ریاستیں نیویارک اور لندن کی مارکیٹوں کی محتاج ہو گئیں۔

ڈالر اور حقوقِ انسانی کا سیاسی استعمال

ڈاکٹر انصاری ایک اہم اور تنقیدی نقطہ اٹھاتے ہیں کہ عالمی مالیاتی نظام میں ڈالر کی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے اکثر "انسانی حقوق" کے نعرے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس طریقے سے مالی اور سیاسی دباؤ کو اخلاقی جواز فراہم کیا جاتا ہے، اور کسی بھی ریاست کی خود مختاری کو محدود کیا جا سکتا ہے۔ جو ریاست ڈالر پر مبنی مالیاتی ہژمونی (Hegemony) کو چیلنج کرتی ہے، اسے فوراً عالمی سطح پر "بدمعاش ریاست" یا "حقوق کی خلاف ورزی کرنے والی" قرار دے دیا جاتا ہے، جس سے معاشی پابندیاں اور فوجی مداخلت جائز ٹھہرائی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> "The sanctity of the dollar is protected by the gospel of Human Rights. Any state that dares to challenge the dollar-based financial hegemony is immediately branded a 'rogue state' or a 'violator of rights,' providing the moral pretext for economic sanctions and military interventions."[18]

ترجمہ: ڈالر کے تقدس کی حفاظت 'انسانی حقوق' کی تبلیغ کے ذریعے کی جاتی ہے۔ جو بھی ریاست ڈالر پر مبنی مالیاتی بالادستی کو چیلنج کرنے کی جرات کرتی ہے، اسے فوری طور پر 'بدمعاش ریاست' یا 'حقوق کی خلاف ورزی کرنے والی' قرار دے دیا جاتا ہے، تاکہ معاشی پابندیوں اور فوجی مداخلت کے لیے اخلاقی جواز فراہم کیا جا سکے۔

حاصلِ بحث

انسانی معاشرت میں اقتصادی سرگرمیوں کی ابتدا براہِ راست اشیا کے تبادلے یعنی بارٹر سسٹم سے ہوئی۔ جیسے جیسے معاشرے کی پیچیدگیاں بڑھیں، لوگوں کی ضروریات بھی بڑھیں اور بارٹر نظام کی عملی کمزوریاں نمایاں ہو گئیں۔ دوہری مطابقت کی شرط پوری کرنا بڑی معیشتوں میں مشکل تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اشیا کے ذخیرہ کرنے اور تقسیم کرنے کے مسائل بھی پیدا ہوئے۔ یہی وجوہات تھیں جن کی بنیاد پر انسان نے ایسے عام طور پر قبول کیے جانے والے ذرائع کی تلاش شروع کی، جو لین دین کو آسان اور

مؤثر بنا سکیں۔ بارٹر نظام کی ناکامی کے بعد اشیائی کرنسی سامنے آئی، یعنی ایسی اشیا جن کی اپنی داخلی قدر تھی اور جنہیں لوگ وسیع پیمانے پر قبول کرتے تھے۔ ابتدائی طور پر یہ نمک، چمڑا، مویشی، اناج اور بعض ثقافتوں میں سیپیاں بھی استعمال ہوتی تھیں۔ بعد میں سونا اور چاندی زیادہ مستحکم اور قابل اعتماد ذرائع کے طور پر استعمال ہونے لگے۔ اس کے بعد دھاتی سکوں کا آغاز ہوا، جن کی قدر ان میں موجود دھات کے مقدار سے منسلک تھی۔ سکے قابلِ حمل، پائیدار اور تقسیم کے قابل تھے، اس لیے یہ تجارتی اعتماد اور استحکام کا ذریعہ بنے۔ عالمی سطح پر تجارت کے فروغ کے ساتھ، بڑی مقدار میں دھات لے کر چلنے میں خطرات پیدا ہوئے۔ اس لیے ضمانتی کاغذات اور بینکنگ کا آغاز ہوا، جو بعد میں قانونی نوٹ کی شکل اختیار کر گئے۔ انیسویں صدی میں گولڈ اسٹینڈرڈ نے کرنسی کو سونے سے منسلک کیا، جس سے بین الاقوامی تجارت میں استحکام آیا۔ تاہم بیسویں صدی کے عالمی جنگوں اور مالی بحرانوں نے سونے سے وابستگی ختم کر دی اور فیاٹ کرنسی کا نظام رائج ہوا، جہاں کرنسی کی قدر ریاستی اعتماد اور قانونی جواز پر مبنی ہوتی ہے۔

اکیسویں صدی میں ٹیکنالوجی نے مالیاتی نظام میں انقلاب برپا کیا۔ اب کرنسی صرف کاغذ یا دھات تک محدود نہیں رہی بلکہ الیکٹرانک ادائیگیاں، آن لائن بینکنگ، موبائل والٹس اور ڈیجیٹل ٹرانسفر کے ذریعے بھی بڑی مقدار میں لین دین ممکن ہے۔ اسی تناظر میں کرپٹو کرنسی نے روایتی بینک کاری نظام کی جگہ لے لی اور بعض ممالک نے ڈیجیٹل کرنسی (CBDC) کے اپنے مرکزی بینک متعارف کروائے۔ یہ ترقی کرنسی کے ارتقائی سفر کا تازہ ترین مرحلہ ہے، جو بارٹر سسٹم سے شروع ہو کر آج بلاک چین کے ذریعے عالمی لین دین تک پہنچ چکا ہے۔

جدید عالمی مالیاتی نظام میں امریکی ڈالر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ بریٹن ووڈز کے بعد ڈالر کو عالمی ریزرو کرنسی کا درجہ ملا اور پیٹر وڈالر نظام نے اسے مزید مستحکم کیا۔ ڈالر کی یہ بالادستی دیگر ممالک کو اس کے ذخائر رکھنے اور اس پر منحصر ہونے پر مجبور کرتی ہے، جس سے امریکہ کو عالمی سطح پر مالی، سیاسی اور اسٹریٹیجک برتری حاصل ہوتی ہے۔ یہ نظام ترقی پذیر اور مسلم ممالک کو قرض اور سود کے دائمی چکر میں جکڑ دیتا ہے، جس سے ان کی مالی خود مختاری محدود رہتی ہے اور قومی آمدنی کا بڑا حصہ سود کی ادائیگی میں جاتا ہے۔ ڈالر کی آمریت کے نتیجے میں ممالک کی معیشت اور قومی کرنسی ڈالر پر منحصر ہو جاتی ہے، جس سے ملکی خود مختاری خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری کے افکار و نظریات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپے کی قدر میں ڈالر کے مقابلے میں کمی، کاغذی کرنسی کے ذریعے عوام کی خریداری کی طاقت کو کم کرنا، زندگی کی لاگت بڑھانا اور سرمایہ کاری کو نقصان پہنچانا مذکورہ بالا عوامل کے واضح مظاہر ہیں۔ مزید برآں، کاغذی کرنسی نے اسلامی مالیاتی ادارے جیسے بیت المال کو غیر فعال قرار دے دیا اور مسلم ریاستیں عالمی مالیاتی مارکیٹوں پر انحصار کرنے پر مجبور ہو گئیں۔ اس کے نتیجے میں معاشی خود مختاری محدود ہوئی اور مالی وسائل عالمی سطح پر سرمایہ دارانہ مفادات کے تابع ہو گئے۔

ڈالر کی بالادستی کو برقرار رکھنے کے لیے عالمی سطح پر "انسانی حقوق" کے نعرے استعمال کیے جاتے ہیں، جس کے ذریعے کسی بھی ملک کی مالی یا سیاسی خود مختاری پر اثر ڈالا جا سکتا ہے۔ ایسے ممالک جو ڈالر کی ہژرمونی (Hegemony) کو چیلنج کرتے ہیں، انہیں عالمی سطح پر "بدمعاش ریاست" یا "حقوق کی خلاف ورزی کرنے والی" قرار دے کر معاشی پابندیوں اور فوجی مداخلت کے لیے جواز فراہم کیا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو کرنسی کا ارتقائی سفر بارٹر سسٹم سے شروع ہو کر آج ڈیجیٹل اور کرپٹو کرنسی تک پہنچ چکا ہے اور امریکی ڈالر کی عالمی بالادستی نے اس نظام میں سیاسی، مالی اور اقتصادی طاقت کا ایک نیا محور قائم کر دیا ہے۔ یہ نظام نہ صرف معیشت بلکہ عالمی طاقت کے توازن اور ریاستوں کی خود مختاری پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ کرنسی صرف

تبادلے کا ذریعہ نہیں بلکہ عالمی اثر ورسوخ اور سیاسی طاقت کا اہم آلہ بھی بن چکی ہے۔

References

1 N. Gregory Mankiw, *Principles of Economics*, (Boston: Cengage Learning, 8th ed., 2018), 27.

2 Paul A. Samuelson and William D. Nordhaus, *Economics*, (New York: McGraw-Hill, 19th ed., 2010), 511.

3 N. Gregory Mankiw, *Principles of Economics*, 29.

4 Ibid., 30.

5 Charles P. Kindleberger, *A Financial History of Western Europe*, (Oxford: Oxford University Press, 2nd ed., 1993), 9.

6 Barry Eichengreen, *Globalizing Capital: A History of the International Monetary System*, (Princeton: Princeton University Press, 2nd ed., 2008), 21.

7 Frederic S. Mishkin, *The Economics of Money, Banking and Financial Markets*, (Boston: Pearson, 10th ed., 2013), 50.

8 Ibid, 65.

9 Bank for International Settlements, *Central Bank Digital Currencies: Foundational Principles and Core Features*, (Basel: BIS, 2020), 3.

10 Barry Eichengreen, *Globalizing Capital: A History of the International Monetary System*, 91.

11 Spiro, David E. *The Hidden Hand of American Hegemony: Petrodollar Recycling and International Markets*. (Ithaca: Cornell University Press, 1999), 25.

12 Stiglitz, Joseph E. *Making Globalization Work*. (New York: W.W. Norton & Company, 2006), 41.

13 Ansari, Jawaid Akbar, Dr., *Rejecting Freedom and Progress*. (Lahore: Kitab Mahal, 2016), 122.

14 Ibid, 89.

15 Ibid, 106.

16 Ibid, 133.

17 Ibid, 125.

18 Ibid, 142.